# عربی ادب میں متنبی کا مقام
# (ایک تحقیقی جائزہ)

☆پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور بلوچ

**عربی ادب کی تعریف لغتاً و اصطلاحاً** : ادب باب کرم سے بھی آتا ھے اور ضرب سے بھی، باب کرم سے اس کا مصدر اَدَباً آتا ہے۔ ادب والا ہونا، اسی سے ادیب نکلا ہے۔ اور باب ضرب سے اس کا مصدر اَدباً، دعوت کا کھانا تیار کرنا اور دعوت دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے باب افعال سے بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ البتہ باب تفعیل سے علم سکھلانے کے معنی میں مستعمل ھے۔

باب استفعال اور باب تفعّل دونوں سے ادب سیکھنے کے معنی میں مستعمل ھے۔ (۱)

ادب کی اصطلاحی تعریف میں علماء کی مختلف آراء ملتی ہیں۔

۱) علامہ مرتضیٰ زبیدی نے اپنے شیخ کے حوالے سے یہ تعریف نقل کی ہے کہ "ادب ایک ایسا ملکہ ہے جس کے ساتھ قائم ہوتا ہے ہر ناشائستہ بات سے اس کو بچاتا ہے "

۲) ابوزید انصاری نے ادب کی یہ تعریف کی ہے کہ "ادب ایک ایسی اچھی ریاضت ہے جس کی وجہ سے انسان بہتر اوصاف سے متصف ہوتا ہے "

۳) حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اور علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ادب کی تعریف نقل کر کے لکھا ہے کہ " ادب عربی کے اشعار، ان کی تاریخ واخبار کے حفظ اور عربی زبان کے دوسرے علوم سے بقدر ضرورت اخذ کا نام ھے۔" (۲)

۴) سید شریف جرجانی نے "تعریفات" میں اور صاحب منجد نے "المنجد" میں علم ادب کی تعریف یوں لکھی ہے کہ "علم ادب وہ علم ہے جس کے ذریعے انسان کلام عرب میں لفظی اور تحریری غلطی سے بچ سکے۔" (۳)

**ادب کی وجہ تسمیہ** : علامہ ابن منظور افریقی نے علم ادب کی وجہ تسمیہ کے متعلق لکھا ہے کہ "ادب کو ادب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو بہترین اوصاف واخلاق کی دعوت دیتا ہے۔" (۴)

---

☆شعبہ اسلامیات وفاقی اردو یونیورسٹی

**علم ادب کا مقصد** :علامہ ابن خلدون علم ادب کے مقصود اور غرض وغایت کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ "درحقیقت علم ادب سے مقصود اس کا ثمرہ ہے اور اس کا ثمرہ عرب کے طرز وانداز اور اسلوب کے مطابق فن نظم ونثر میں مہارت کا نام ہے۔"(۳)

**عربی زبان و ادب کی اھمیت، ضرورت و افادیت** :دین اسلام میں عربی زبان کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے بلکہ عربی دین اسلام کی سرکاری زبان ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا، یہی نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی زبان ہے اسی زبان کو لغۃ الجنہ کی خلعت سے نوازا گیا، اور یہی وہ زبان ہے جسے تمام اسلامی علوم کی ام اللغات ہونے کا شرف حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ صدر اسلام سے لیکر اب تک مذہبی فریضہ سمجھ کر مسلمان عربی زبان کے ادبی سرمایہ کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔

ادب اخلاق کے چہرے کے حسن اور انسان کی زبان کی زینت کا نام ہے۔ کسی زبان کا ادب اس کی ثقافت کا بہترین عکس ہوتا ہے اور ادب ہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں کسی قوم کی تہذیب و تمدن اس کے اخلاقی ماحول کا معیار اور اس کے معاشرہ کی سطح کی بلندی یا پستی دیکھی جاسکتی ہے۔

قدیم ادب عربی سے واقفیت، اس کا ذوق اور اس کی تعلیم وتعلم سے ایک مسلمان کا تعلق محض زبان برائے زبان نہیں بلکہ عربی اسلامی علوم کی زبان ہے۔ اور اسلام کے تمام مصادر ومراجع کی زبان ہے۔ اور عربی کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔

عربی زبان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن پاک میں بار بار عربی کا لفظ مختلف انداز اور مختلف مواقع پر اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا۔ چنانچہ تین جگہ لفظ عربی استعمال ہوا ہے۔ جبکہ عربیاً کا لفظ آٹھ جگہ مستعمل ہے۔ یعنی گیارہ مرتبہ اللہ تعالیٰ نے لفظ عربی کو مختلف انداز میں استعمال فرمایا۔

۱) لِسانُ الذیُ یلحدون الیه اعجمی" وّ هذا لسان عربی " مّبین (۴)

۲) بِلسانِ عربیٍ مّبین ٥ (۵)

۳) ولو جعلنهُ قرآناً اعجمیاً لقالوا لولا فصّلت ایٰتُهٗ ط ءَ اَعجمی" و عربی" (۶)

۴) انّا انزلنه ُقرآناً عربیاً لعلکم تعقلون (۷)

۵) و کذالک انزلنهُ حکماً عربیاً (۸)

۶) و کذالک انزلنٰہ ُقرآناً عربیاً (۹)

۷) قرآناً عربیاً غیر ذی عِوجٍ لعلھم یتقون (۱۰)

۸) کتاب" فصّلت ایٰتُہٗ قرآناً عربیاً لقوم یعلمون (۱۱)

۹) و کذالک او حینا الیک قرآنا ً عربیاً (۱۲)

۱۰) انّا جعلنہُ قرآناً عربیاً لعلّکم تعقلونہ (۱۳)

۱۱) وھذا کتاب مصدّق" لساناً عربیاً (۱۴)

عربی زبان کی اہمیت اور افضلیت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ "لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی" وھذا لسان عربی مبین "(۱۵)
ترجمہ: وہ زبان جس میں یہ عجمی اٹک اٹک کر بات کرر ہے ہیں اور یہ واضح عربی زبان ہے۔
نبی کریم ﷺ نے عربی کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "احِبّوا لعربی لثلاثٍ لِاَنّی عربی و القرآن عربی و لغۃ اھل الجنۃ عربیۃ"(۱۶)
ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ "عرب کو تین باتوں سے پسند کرو، اس لئے کہ میں عربی ہوں اور قرآن عربی زبان میں ہے اور جنت والوں کی زبان عربی ہے"
حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عربی سیکھو کیونکہ وہ تمہارے دین کا ایک حصہ ہے۔(۱۷)
درحقیقت عربی زبان زندہ زبان ہے جس نے زندگی میں اپنا پیغام اچھی طرح ادا کردیا ہے اور عربی زبان اسلام کی اپنی زبان ہے، عربی زبان کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ کی زبان ہے۔عربی زبان عظیم اسلامی ثقافت کا دروازہ ہے، انسان قرآن وسنت سے بھرپور نفع اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک عربی زبان میں ماہر نہ ہو۔اور اسلامی علوم میں رسوخ عربی زبان ہی کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے۔عربی زبان باہمی افہام وتفہیم کا درجہ ہے۔عربی زبان عالمِ اسلام میں خیالات کے پھیلانے کا ذریعہ اور دعوت وتبلیغ کی زبان ہے۔دراصل عربی زبان انسانی زبانوں میں سب سے زیادہ شیریں اور لفظی خزانے کا سب سے بڑا ذخیرہ رکھتی ہے۔

## عربی زبان کی فضیلت:

عربی لغت کی سب سے بڑی فضیلت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن کریم اسی زبان میں نازل ہوا۔
امام الانبیاء سید الاولین والاخرین ﷺ کی زبان عربی ہے۔اھل جنت کی بلکہ تمام حکومت الھیہ کی

زبان عربی ہے، اس کے علاوہ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت اور اس کی وسعت وسہولت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زبان کا انتخاب ہی اسی لئے فرمایا ہے کہ وہ یہ زبان دنیا کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں ہر حیثیت سے بہتر اور افضل ترین ہے۔ (۱۸)

## عربی زبان کی تدوین و تصنیف:

یہ بات بھی شاید عربی زبان کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس کے حرف حرف اور کلمہ کلمہ کو بحث و تنقید کی اتنی چھلنیوں میں چھانا گیا ہے کہ اس کی نظیر دوسری زبانوں میں ملنا مشکل ہے۔ لغت کی کتابیں شمار کی جائیں تو ہزاروں کی تعداد ہو جاتی ہے، چھوٹی چھوٹی اور بڑی سے بڑی تیس تیس جلدوں کی کتابیں مختلف ترتیب اور مختلف انداز سے لکھی گئی ہیں۔ خاص خاص الفاظ پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔

اس فن کی سب سے پہلی تصنیف خلیل ابن احمد نحوی کی ہے۔ جو کتاب العین کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد ابن زید نے جمہرۃ اللغۃ تصنیف کی، اصمعی نے لغت کی ایک خاص قسم اجناس پر کتاب لکھی، ابوزید انصاری نے نوادر پر اور ابوعبیدہ نے کتاب النوادر و اللغات تصنیف کی، ابو عبیدہ نے غریب اللغاء پر کتاب لکھی، ابوعلی فارسی نے تذکرہ اور ازھری نے تہذیب ابن فارسی نے مجمل فارابی نے دیوان الادب صاحب ابن عباد نے محیط لکھی۔

صاحب ابن عباد کا یہ واقعہ منقول ہے کہ اس کو کسی بادشاہ نے اپنے جہاں طلب کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ میں یہاں کہیں منتقل ہوں تو مجھے ساٹھ اونٹ فن لغت کی کتابیں منتقل کرنے کے لئے چاہئے ہوتے ہیں۔ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ اونٹ کتنا عظیم الشان وزن اٹھا لیتا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک صاحبِ ابن عباد کے پاس کتنی کتابیں لغت کی موجود ہوں گی۔ (۱۹)

**طبقات شعراء:** علامہ سیوطی نے "المزھر" میں شعراء عرب کو چار طبقات میں تقسیم کیا ہے

۱) **جاھلین** : یہ وہ شعراء ہیں جنہوں نے زمانہ اسلام نہیں پایا اور عصر جاہلیت میں ہی چل بسے۔ جیسے: امرؤالقیس وغیرہ۔

۲) **مخضرمین** : یہ وہ طبقہ ہے جس نے عصر جاہلیت کے بعد نہ صرف یہ کہ اسلام پایا بلکہ مسلمان بھی ہوئے۔ جیسے حسان اور لبید وغیرہ۔

۳) **متقدمین**: یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کے صدر اول میں گزرے ہیں۔ جیسے فرزدق اور جریر۔

۴) **محدثین** : یہ بعد کے حضرات ہیں۔ جیسے ابوتمام اور متنبی وغیرہ۔ متنبی کا تعلق مؤخر الذکر

طبقہ سے ہے۔(۲۰)

## متنبی کی حیات اور شاعری:

متنبیّ کا نام احمد بن حسین بن حسن بن عبدالصمد ہے۔ابوطیب اس کی کنیت ہے اور متنبیّ لقب ہے۔ احمد بن حسین دنیائے ادب میں صرف متنبیّ کے نام سے مشہور ہے۔جس کو اس نے نہ کبھی استعمال کیا اور نہ کہیں اپنا تعارف کراتے ہوئے اس نے اپنے کو متنبیّ کہا لیکن اصل نام کے بجائے دوسروں کے زبردستی دیئے ہوئے اس خطاب سے آج عربی شاعری کا ایک قادرالکلام، پرگو، عظیم المرتبت استاذ اور قدآور شاعر مشہور ہے۔(۲۱)

**پیدائش:** متنبیّ کی پیدائش کوفہ کے ایک گاؤں کندہ میں 303ھ میں ہوئی۔بچپن کا ابتدائی زمانہ یہیں بسر ہوا۔اس کا والد ایک معمولی سے سقہ تھا جو محلّہ والوں کے گھروں میں پانی بھرتا تھا، اس کا نام ہی سقہ مشہور ہو گیا تھا۔متنبیّ سے جب بھی کسی نے اس کے نسب وخاندان کا پوچھا تو اس نے مبہم اور ٹالنے والا ہی جواب دیا اور کبھی نہیں بتایا کہ میرا کس خاندان اور قبیلے سے تعلق ہے۔ اگر کبھی اس طرح کے سوالات سے تنگ آجاتا تو کہہ دیتا کہ اگر میں زندہ رہا تو بہت جلد میرے نیزے کی نوک تم کو میرا نسب نامہ بتادے گی۔(۲۲)

**متنبی کی ذہانت و فطانت:** متنبیّ بچپن سے بہت ذہین وفطین تھا، کم عمری ہی میں شام چلا گیا اور عمر کا ابتدائی حصہ وہاں کی علمی وادبی فضا میں گزارا، سن شعور کو پہنچنے کے بعد مشہور اساتذہ فن سے ملاقاتیں کیں اور ان سے استفادہ کیا، زجاج، ابن السراج، ابوالحسن اخفش، ابوبکر محمد بن درید اور ابوعلی فارسی جو اپنے فن کے استاذ اور اپنے زمانہ کے امام تھے ان سب سے تعلقات ہی نہیں رہے بلکہ ان کو اپنی صلاحیت وقابلیت سے متاثر بھی کرتا رہا۔

امام فن ابوعلی فارسی کا بیان ہے کہ میں نے اس سے ایک دن امتحاناً پوچھا کہ عربی میں فعلی کے وزن پر کتنی جمعیں آتی ہیں تو متنبیّ نے بلا تامل کہا کہ حجلی اور ظربی بات ختم ہوگئی۔

ابوعلی فارسی کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے وقت میں نے تین دن اور تین راتیں مسلسل لغت کی کتابوں کو چھانا کہ ان دو جمعوں کے علاوہ تیسری جمع تلاش کرلوں مگر میں ناکام رہا اور متنبیّ نے جتنی بات کہہ دی تھی وہ پتھر کی لکیر بن گئی۔

اس کی ذہانت وفطانت اور سرعت حفظ کے حیرت ناک اور تعجب خیز واقعات بیان کئے جاتے ہیں، ان واقعات کو بیان کرنے والے مشاہیر علم وفن ہیں، اس لئے اس کو تسلیم کئے بغیر چارہ بھی نہیں، اس

دور کے شعراء میں اس کو ممتاز اور نمایاں مقام حاصل تھا۔ شعراء کی فہرست میں اس کو صرف لفظ "استاذ" سے یاد کیا جاتا تھا اور نام نہیں لیا جاتا تھا۔ یہ اس کے کمالِ فن کی دلیل تھی۔ (۲۳)

**متنبی اور شعر و شاعری** متنبی نے شاعری اور فلسفہ کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا اور اپنی بیشتر توجہ معنی پر صرف کی، نیز شاعری کو ان بندشوں سے رہائی دی جن میں ابو تمام اور اس کے ہم نواؤں نے قید کر دیا تھا۔ اس نے عربی شاعری کو مخصوص قدیم عربی سے نکالا، یہی شخص عربی شاعری میں رومانوی طرزِ انشاء کا قائد ہے۔ اس نے اپنی شاعری میں حکم و امثال کو جگہ دی، جنگ کے وصف میں جدت طرازی کی، عرب کی دیہاتی عورتوں سے تشبیہ، حسن کی تشبیہ، ایک شعر میں دو ضرب الامثال لے آنا، حسن گریز، مدح کا انوکھا انداز، اس کی شاعری کی خصوصیات ہیں اور سب سے زیادہ جو چیز متنبی کو نمایاں اور ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعری، خود اعتمادی اور لوگوں کے مشاغل، دکھی خواہشات و جذبات حقائق کائنات اور مقاصد حیات کی صحیح عکاسی اور پوری ترجمانی۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اس کی شاعری ہر زمانہ کے ادیب کے لئے مددگار اور خطیب کے لئے معاون بنی رہی۔

بہر کیف اس میں کوئی شک نہیں کہ متنبی شعر و شاعری میں بڑا خوش قسمت تھا۔ جس کی فصاحت و بلاغت، زبان کی سلاست، انداز بیان کی دل کشی، مضامین کی بے ساختگی، معانی کی عمدگی مسلمات میں سے ہیں۔ شیرین، استعارات و نمکین تشبیہات اور محاسن کلام میں تو متنبی کا وہ مقام ہے کہ دوسرے شعراء کو نصیب ہی نہیں بلکہ بازی صنعتوں کا تو موجد ہی متنبی ہے۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین صنعت توریہ سے کوسوں دور تھے، سب سے پہلے جس نے اس کو بے نقاب کیا وہ متنبی ہیں۔ (۲۴)

## مردم شناسی اور اہل کمال کی قدر دانی:

متنبی نہایت مغرور اور خود بین تھا۔ اپنی سخن گوئی کے سامنے بڑے سے بڑے کامل الفن شاعر کو بھی کچھ نہیں سمجھتا تھا لیکن اس کے باوجود مردم شناس اور اہل فضل کا قدر دان بھی تھا۔ چنانچہ وہ ابن عبد ربہ کی فصاحت و بلاغت شعر کا صدق دل سے معترف تھا۔ حتی کہ جب اس سے اندلس کا کوئی شخص ملتا تو وہ فرمائش کر کے ابن عبد ربہ کا کلام سنتا تھا۔ (۲۵)

**مبالغہ آرائی** : مدحیہ شاعری کی ساری عمارت مبالغہ آرائی کی اینٹوں سے تعمیر ہوتی ہے۔ اگر قصائد مدحیہ سے مبالغہ کو نکال دیا جائے تو شاعری کا سارا رنگ و روغن اڑ جائے گا۔

قصیدہ مدحیہ کے جسم میں مبالغہ آرائی کا خون اگر رواں دواں ہے تو اس کے خدوخال میں آب و تاب اور تازگی وشادابی باقی ہے اور اگر اس سے مبالغہ کا عنصر جدا ہو جائے تو قصیدہ بے حد بے روح سے زیادہ کچھ نہیں رہ جاتا۔ عربی شاعری میں قصیدہ نگاروں کے ممدوح کے کچھ مخصوص اوصاف ہیں جن کو مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شجاعت ومردانگی، فیاضی وسخاوت، تدبر وفراست، زندگی کے یہی تین پہلو ہیں جن کو طرح طرح سے بیان کیا جاتا ہے۔ ان کو مبالغوں کے پر لگا کر ثریا تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ متنبّی بلا مبالغہ اس صنف سخن کا بادشاہ ہے۔ اس نے زندگی کے ہر ہر پہلو میں مبالغہ آرائی کے وہ کرشمہ دکھائے ہیں اس کی قوت تخیل کی داد دیئے بغیر نہیں رہا جاتا۔

ممدوح کی زندگی میں دو صفتیں ہیں اور دونوں متضاد ہیں۔ لیکن ایک بادشاہ کے لئے دونوں میں امتزاج اور توازن ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ خوش اخلاق اور شیریں زبان ہے۔ اس کی گفتگو میں حلاوت ہو جو دوسروں کے دل کو موہ لے اور جو بھی اس سے ملے اس کی تعریف کرے اور جو دشمنی کا اظہار کرے تو اس کا جواب بھی اتنی ہی تلخی سے دیا جائے تا کہ اس کی جرات نہ بڑھ سکے، اگر کوئی والی وحاکم صرف رحم ومروت ہی کا پیکر بن جائے تو اس کی حکومت چند دن بھی نہیں چل سکتی اور سراپا غضب بن جائے تو دل سے کوئی اس کا ہو خیر خواہ نہیں رہے گا اور نہ دلوں میں قدر ومنزلت ہوگی، اور نہ کوئی اس کی حکومت کا دل سے وفادار ہوگا۔ اس لئے ایک بادشاہ کی زندگی میں دونوں وصفوں کا توازن کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ متنبّی کے ممدوح میں بھی یہ دونوں وصف ہیں ۔ وہ فطرتاً نہایت شیریں اخلاق ہے، لیکن جب اس کو غصہ آ جائے تو یہ فطرت ایک دم بدل جاتی ہے اور اس کی شیرینی ایسی تلخی میں بدل جاتی ہے کہ اس تلخی کا ایک قطرہ بھی سمندر میں ٹپک جائے تو وہ اتنا کڑوا اور تلخ ہو جائے کہ زبان پر نہ رکھا جا سکے۔ شیرینی اور تلخی کا تقابل وہ پھر ایک غیر مادی شے کو مادی شکل قرار دے کر اس کی تلخی جو اس کے ایک قطرے میں ہے جس کو پورے سمندر میں ٹپک جانے سے وہ کڑواہٹ پیدا ہو جائے کہ پورا سمندر اتنا تلخ ہو جائے کہ زبان پر اس کا پانی نہ رکھا جا سکے۔ پھر یہ ایک قطرہ جس مجموعے سے نکل کر آیا ہے اس ذخیرہ کی کڑواہٹ کا کیا عالم ہوگا یہ سوچا نہیں جا سکتا۔

ممدوح کی حکومت کا نظم ونسق اتنا مستحکم ہے کہ اس کی حدود حکومت میں اس کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا، یہاں تک کہ آسمانی سیاروں پر بھی اس کا حکم چلتا ہے۔

ممدوح کی حکومت میں جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کو ممدوح کے چشم آبرو کے اشارے پر چلنا

پڑتا ہے، اس کی مرضی کے بغیر نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ اپنی جگہ سے جنبش کرسکتا ہے۔ اگر وہ غروب ہونا چاہتا ہے تو اسے پہلے ممدوح سے اجازت لینی پڑتی ہے اور ممدوح کی اجازت کے بعد ہی وہ غروب ہوسکتا ہے، اس کی حکومت ہواؤں پر بھی ہے اگر ہوا اس کے دائرہ حکومت میں قدم رکھتی ہے تو آہستگی سے قدم رکھتی ہے۔

دوسرے شہروں میں ہوا چاہے جیسی چلتی ہو لیکن جب ممدوح کی حکومت میں داخل ہوگئی تو اب اس کو سیدھے رخ پر ترتیب اور سلیقے ہی سے چلنا پڑتا ہے۔ اس کی مجال نہیں کہ وہ اپنا رخ دائیں بائیں موڑ سکے۔ جیسا کہ وہ دوسرے شہروں میں کرتی آتی ہے۔

جس کسی آدمی کے ہاتھ سے کوئی چیز زبردستی چھین لی جاتی ہے تو جب تک وہ چیز اس کی نگاہوں کے سامنے رہتی ہے اسے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ اس کو وہ اپنی چیز سمجھتا ہے وراسے اسی نگاہ سے دیکھتا ہے جیسے کسی شخص نے ان ستاروں کو اس کے ہاتھوں سے چھین کر آسمان پر رکھ دیا ہے، چونکہ اس کا مال ہے اس لئے اس کو واپس لینے کے ارادے سے اس کی طرف دیکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں اس بلندی پر جا کر آسمان سے ان ستاروں کو چھین سکتا ہوں۔ (۲۶)

**شریعت میں شعر و شاعری کا درجہ:** مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن کبھی شاعر بتاتے ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

**الشعراء یتبعهم الغاؤون۔ (۲۷)**

فرمایا کہ "شاعروں کے تابعدار گمراہ ہوتے ہیں"۔

شاعروں کی باتیں تو محض تخیلات ہوتی ہیں اور حقیقت سے اس کو لگاؤ نہیں ہوتا، شاعروں کے اشعار سوائے وقتی محفل گرمانے وقتی جوش اور واہ واہ کی حقیقت سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔

شعر و شاعری سے مستقل کسی کو ہدایت نہیں ہوتی۔ حالانکہ اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں قرآن سن سن کر ہزاروں آدمی نیکی اور پرہیزگاری پر آتے ہیں۔ کافر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن کبھی شاعر بتاتے ہیں تو اس کو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

**وما علمنه الشعر و ما ینبغی لهٗ (۲۸)**

فرمایا کہ "ہم نے ان کو اشعار نہیں سکھائے اور نہ اس کے لئے مناسب ہیں"۔

فرمایا کہ اس پیغمبر کو ہم نے قرآن سکھایا ہے جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے۔ کوئی شعر وشاعری کا دیوان نہیں دیا کہ جس میں طبع آزمائی اور خیال بندیاں ہوں۔ بلکہ آپؐ کے طبع مبارک

کو فطری طور پر اس فن شاعری سے اتنا دور رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں، آپ ﷺ نے پوری عمر کوئی شعر نہیں بنایا۔

مگر جو کوئی شعر میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے یا نیکی کی ترغیب دے یا کفر کی مذمت یا گناہ کی برائی کریں یا کافر اسلام کی ہجو کرے تو یہ اس کا جواب دیں یا کسی نے اس کو ایذا پہنچائی تو اس کا جواب اعتدال کے ساتھ دے، ایسا شعر عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ وغیرہ ایسے اشعار کہتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ ان کافروں کا جواب دیں۔ روح القدوس تیرے ساتھ ہے۔

کبھی ایک آدھا مرتبہ آپ ﷺ کی مبارک زبان سے کوئی مقفیٰ عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے سانچے میں ڈھل گئی ہو، وہ الگ بات ہے، اسے شاعری یا شعر کہنا نہیں کہتے۔ آپؐ خود شعر کیا کہتے کسی دوسرے شاعر کا شعر یا مصرع بھی زندگی بھر میں دو چار مرتبہ سے زائد نہیں پڑھا اور پڑھتے وقت اکثر اس میں ایسا تغیر کر دیا کہ شعر شعر نہ رہے، محض مطلب شاعر ادا ہو جائے۔

غرض آپ ﷺ کی طبع شریف میں شاعری سے مناسبت نہیں دیکھی گئی تھی کیونکہ یہ چیز آپ ﷺ کے منصب جلیلہ کے لائق نہ تھی۔ آپ ﷺ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدون ادنیٰ ترین کذب وغلو سے روشناس کرنا تھا، ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا کیونکہ شاعریت کا حسن وکمال مبالغہ خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں۔

آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے جو بعض موزوں اور مقفیٰ عبارتیں صادر ہوئیں مثلاً۔۔۔

**انا النبی لا کذب... انا ابن عبدالمطلب** وغیرہ

یہ شعر کے زمرے میں داخل نہیں ہیں۔

کیونکہ یہ عبارتیں بلا قصد وارادہ محض اتفاقی طور پر موزوں ہو گئی تھیں اور شعر قصد وارادہ سے موزوں ومقفیٰ کیا جاتا ہے۔ (۲۹)

# المراجع و المصادر


۱۔ابن الحسن عباسی، توضیع الدراسہ صفحہ نمبر ۲۵، مکتبہ عمر فاروق کراچی، اکتوبر 2005ء

۲۔ایضاً

۳۔ ابن الحسن عباسی، توضیع الدراسہ، صفحہ نمبر ۲۷، ۲۸، ۲۹

۴۔سورۃ النحل،۱۰۳
۵۔سورۃ الشعراء،۱۹۵
۶۔سورۃ حم السجدۃ،۴۴
۷۔سورۃ یوسف،۲
۸۔سورۃ الرعد،۳۷
۹۔سورۃ طٰہٰ،۱۱۳
۱۰۔سورۃ الزمر،۲۸
۱۱۔سورۃ حم سجدۃ،۳
۱۲۔سورۃ شوریٰ،۷
۱۳۔سورۃ زخرف،۳
۱۴۔سورۃ احقاف،۱۲
۱۵۔صادق امین،الخطابہ السہلہ ،صفحہ نمبر۱۹،امداداللہ اکیڈمی،حیدرآباد سندھ،س ن
۱۶۔ایضاً
۱۷۔ایضاً صفحہ نمبر۲۰
۱۸۔المنجد(عربی اردو)صفحہ نمبر۱۱،دارالاشاعت کراچی،۱۹۷۴ء
۱۹۔ایضاً صفحہ نمبر۱۴
۲۰۔ابن الحسن عباسی،توضیح الدراسہ،صفحہ نمبر۳۰،مکتبہ عمر فاروق کراچی،اکتوبر۲۰۰۵ء
۲۱۔محمد حنیف گنگوہی مولانا،حالات مصنفین،صفحہ نمبر۲۶۴،دارالاشاعت کراچی،۱۳۸۹ھ
۲۲۔ایضاً
۲۳۔ایضاً صفحہ نمبر۲۶۵
۲۴۔حسن زیات،تاریخ ادب عربی،صفحہ نمبر۴۰۹،مکتبہ دانیال،لاہور،س،ن
۲۵۔محمد حنیف گنگوہی مولانا،حالات مصنفین،صفحہ نمبر ،دارالاشاعت کراچی،۱۳۸۹ھ
۲۶۔اسیر داری استاذ،شرح دیوان متنبی،صفحہ نمبر۴۲،قدیمی کراچی،س،ن
۲۷۔غلام اللہ خان مولانا،جواہر القرآن،جلد نمبر۳،صفحہ نمبر۹۸۸،رشیدیہ راولپنڈی،س،ن
۲۸۔شبیر احمد عثمانی،تفسیر عثمانی،صفحہ نمبر۵۰۱،مجمع الملک سعودیہ،س،ن
۲۹۔غلام اللہ خان،جواہر القرآن،جلد نمبر۳،صفحہ نمبر۹۸۹،رشیدیہ راولپنڈی،س،ن